QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

زوجین کے تنازعات اور ان کے بچوں پر منفی اثرات: قرآن وسنت کی روشنی میں حل

Marital Disputes & Their Negative Effects on Children: Solutions In The Light of the Qur’an & Sunnah

Dr. Shazia
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College Women University Faisalabad Email: shaziaadnan@gcwuf.edu.pk
Noor Ul Ain
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Government College Women University Faisalabad Email: noorulainulain10@gmail.com

The marital relationship between spouses (husband and wife) serves as the foundation for family structure and stability. In the light of the Qur’an and Sunnah, spouses are regarded as a source of support and tranquility for one another. However, when conflicts and disputes arise between them, they disrupt domestic harmony and significantly impact the psychological, moral, and religious upbringing of children. Such disputes often result in fear, insecurity, lack of confidence, and aggressive behaviors among children, which in turn affect their academic performance, ethical values, and spiritual orientation. Islam places responsibility upon parents to guide their families with patience, wisdom, piety, and good character so that the home may become a center of love and peace, providing children with proper training and a positive moral environment. Thus, the conduct of parents not only strengthens the marital bond but also plays a vital role in shaping the personality, ethics, and religious consciousness of their children.

Keywords: Spouses, Marital conflicts, Domestic harmony, Child upbringing, Psychological impacts, Moral impacts, Religious impacts, Qur’an and Hadith, Patience and tolerance.

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor Academic Scientific Journals
اشاریہ اردو جرائد
Eoi Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

تعارف:

ازدواجی زندگی میں زوجین (میاں بیوی) کا تعلق خاندان کی بنیاد اور بقا کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا معاون اور سکون کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، لیکن جب ان کے درمیان تنازعات اور اختلافات پیدا ہوتے ہیں تو یہ نہ صرف گھریلو سکون کو متاثر کرتے ہیں بلکہ اولاد کی نفسیاتی، اخلاقی اور دینی تربیت پر بھی منفی اثرات مرتب

کرتے ہیں۔ ایسے جھگڑے بچوں میں خوف، عدمِ تحفظ، اعتماد کی کمی اور جارحانہ رویوں کو جنم دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کی تعلیمی کارکردگی، اخلاقی اقدار اور دینی وابستگی متاثر ہوتی ہے۔ اسلام نے والدین کو ذمہ دار قرار دیا ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کی صحیح رہنمائی کریں اور اپنی زندگی میں صبر، تحمل، تقویٰ اور حسنِ اخلاق کو اپنائیں تاکہ گھر محبت و سکون کا گہوارہ بن سکے اور اولاد کو مثبت تربیت و کردار میسر ہو۔ اس طرح والدین کا باہمی رویہ نہ صرف ان کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے بلکہ اولاد کی شخصیت، اخلاق اور دینی شعور کی تعمیر میں بھی بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

"زوجین" کا مطلب ہے میاں بیوی یا شوہر اور بیوی. یہ لفظ عربی زبان کے لفظ "زوج" کی تثنیہ (دو کے لیے استعمال ہونے والا) صیغہ ہے، جس کا مطلب ہے جوڑا۔ اس سے مراد وہ جوڑا ہے جو نکاح کے رشتے میں منسلک ہو۔

لغوی معنی:

زوج (عربی): جوڑ، جفت، یا کسی چیز کے ساتھ ملا ہوا دوسرا اہم رُکن۔ زوجین: دو عدد یعنی "ایک جوڑا" یا "نر و مادہ"۔

"الزَّوْجُ: كُلُّ وَاحِدٍ مَعَهُ آخَرُ مِنْ جِنْسِهِ فَهُوَ زَوْجٌ، وَهُمَا زَوْجَانِ، وَكُلُّ اثْنَيْنِ اقْتَرَنَا فَهُمَا زَوْجَانِ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا زَوْجٌ"[۱]

(زوج اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اس کی جنس کا دوسرا موجود ہو، پس وہ زوج کہلاتا ہے اور دونوں مل کر زوجان کہلاتے ہیں۔ ہر دو چیزیں جو آپس میں جڑ جائیں وہ زوجان ہیں، اور ہر ایک کو علیحدہ زوج کہا جاتا ہے۔)

مستعمل معنی:

عام طور پر "زوجین" میاں بیوی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مرد اور عورت جو نکاح کے ذریعے ایک دوسرے کے شریکِ حیات ہوں۔

اردو میں اس کے ہم معنی الفاظ:

میاں بیوی، خاوند بیوی، شوہر و زوجہ، ہمسفر، شریکِ حیات۔ قرآنِ مجید میں لفظ "زوج" اور "اَزواج" کئی مقامات پر آیا ہے۔

میاں بیوی (شوہر اور بیوی) کے معنی میں:

"وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ"[۲]

(اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری زوجہ (بیوی) جنت میں رہو۔)

جوڑوں کے معنی میں:

"وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ"[۳]

(اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔)

بطور عمومی "ازواج" (جمع) کے معنی میں:

"وَجَعَلْنَاكُمْ أَزْوَاجًا"[۴]

(اور ہم نے تمہیں جوڑوں کی صورت میں پیدا کیا۔)

زوجین کی تخلیق اللہ کی حکمت کی دلیل ہے:

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بیشتر مخلوقات کو "جوڑے" کی صورت میں پیدا فرمایا—انسان، حیوانات، نباتات اور حتیٰ کہ بے جان چیزوں میں بھی تضاد اور توازن (جیسے رات و دن، زمین و آسمان، روشنی و اندھیرا) پایا جاتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تخلیق کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک منظم منصوبہ ہے۔

انسانی زندگی میں زوجین کا کردار:

انسان کے لئے مرد و عورت کو ایک دوسرے کا جوڑا بنایا گیا ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ سکون، محبت اور نسل کی بقا کا ذریعہ بن سکیں۔ قرآن کی دوسری جگہ (الروم ۲۱) میں فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔ یعنی زوجین کا رشتہ محض جسمانی یا دنیاوی ضرورت نہیں بلکہ ایک فطری اور الٰہی نظام ہے۔

کائنات میں توازن:

زوجین کا مطلب صرف نر و مادہ نہیں بلکہ ہر وہ چیز ہے جو ایک دوسرے کی ضد یا تکمیل کرتی ہو۔ جیسے: خیر و شر، صحت و بیماری، خوشی و غم وغیرہ۔ مترادف الفاظ زوجہ زوج شوہر، میاں بیوی، خاوند بیوی، رفیقِ حیات / شریکِ حیات۔

زوجین گاڑی کے دو پہیوں کی مانند ہوتے ہیں جو مل کر خاندان کی بقا، تشکیل اور استحکام میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ دونوں میں سے ایک فریق تنہا تمام ذمہ داریاں انجام نہیں دے سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالی نے زوجین کو اس ذمہ داری سے احسن انداز سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ایک دوسرے کا معاون اور مددگار بنایا ہے۔

خاندانی نظام کے استحکام میں عورت کا یہ مرکزی کردار ہی ہے کہ جنت ماں کے قدموں تلے رکھ دی۔[5] اور بحیثیت ماں اسے مرد جو کہ باپ ہے اس پر تین گنا فضیلت اور درجات عطا کیے۔[۶] عورت کا رویہ اپنی اولاد کے ساتھ حقوق و فرائض سے بڑھ کر احسان کا ہوتا ہے۔ اس کی تربیت ہی کی بدولت صالح، نونہلان امت اور معمار قوم پیدا ہوتے ہیں اسی لیے اسے عورت کے جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔[۷]

متنازع (Disputed) انگریزی میں کسی ایسی چیز یا معاملے کو کہتے ہیں جس پر دو یا دو سے زائد فریقین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہو۔ بحث کرنا؛ مباحثہ کرنا؛ مناظرہ کرنا؛ جھگڑنا؛ جھگڑا کرنا؛ تنازع کرنا؛ اختلاف رائے کرنا؛ ردّ و قدح کرنا؛ حجت کرنا؛ تکرار کرنا وغیرہ.

تنازع:

تنازع کے لغوی معنی: "لسان العرب" میں اس طرح ہیں کہ:

"التَّنازُعُ: الاختلافُ والاختصامُ، وتَنازَعَ القومُ: اختلفوا وتخاصموا"[۸]

تنازع کا مطلب ہے اختلاف اور جھگڑا، اور جب لوگ تنازع کریں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ آپس میں اختلاف اور خصومت کریں۔

تنازع کے اصطلاحی معنی:

القاموس الفقهي میں ہیں کہ:

"التَّنازُعُ في الاصطلاح: هو الاختلاف بين شخصين أو أكثر في حقٍّ أو مِلْكٍ أو غيره مما يوجب التخاصم"(۹)

(اصطلاح میں تنازع سے مراد ہے دو یا زیادہ اشخاص کے درمیان کسی حق یا ملکیت وغیرہ میں ایسا اختلاف جو جھگڑے اور مقدمے کا سبب بنے۔)

زوجین کے تنازعات کی تعریف:

"زوجین کے تنازعات سے مراد میاں بیوی کے درمیان ایسے اختلافات، جھگڑے، یا کشیدگیاں ہیں جو عموماً ذاتی، جذباتی، مالی، سماجی یا خاندانی معاملات کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تنازعات معمولی رائے کے اختلاف سے لے کر شدید جھگڑوں اور علیحدگی تک مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔"

نفسیات کے ماہرین کے مطابق:

"Marital conflict refers to the disagreements and discord that arise between spouses due to differences in values, expectations, communication styles, or unmet needs."(۱۰)

(ازدواجی تنازعہ سے مراد وہ اختلاف ہیں جو میاں بیوی کے درمیان اقدار، توقعات، بات چیت کے انداز، یا نامکمل ضروریات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔)

- **زوجین کے تنازعات کی اقسام اور اسباب:**

زوجین کے درمیان تنازعات ایک فطری امر میں جو مختلف وجوہات کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں تاہم جب ان کا ہر وقت اور مثبت انداز میں حل نہ کیا جائے تو یہ تعلق کو کمزور کر سکتے ہیں۔ ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والے تنازعات کی کئی اقسام ہیں، جن میں سب سے عام ذاتی نوعیت کے اختلافات شامل ہیں، جیسے انا کا ٹکراؤ، ایک دوسرے کی رائے یا جذبات کو نظر انداز کرنا یا عزتِ نفس کو مجروح کرنا۔ مالی تنازعات بھی ازدواجی مسائل کی بڑی وجہ بن سکتے ہیں، خاص طور پر جب شوہر اور بیوی میں آمدنی، خرچ، بچت یا مالی خود مختاری کے حوالے سے ہم آہنگی نہ ہو۔ اسی طرح خاندانی مداخلت خصوصاً ساس، سسر یا دیگر رشتہ داروں کا بلاوجہ معاملات میں دخل دینا بھی اکثر جھگڑوں کا باعث بنتا ہے۔

ازدواجی زندگی میں تنازعات ناگزیر ہیں اور اگر ان کا بروقت مؤثر حل نہ کیا جائے تو یہ ازدواجی رشتے کو کمزور کر سکتے ہیں۔ سب سے عام تنازعات میں ذاتی نوعیت کے اختلافات شامل ہیں، مثلاً انا کا ٹکراؤ اور ایک دوسرے کی رائے یا جذبات کو نظر انداز کرنا، یا ایک دوسرے کا احترام نہ کرنا۔ مالی صورت حال جیسے آمدنی، خرچ، بچت یا مالی خود مختاری کے حوالے سے ناراضی یا اختلاف بھی تنازعہ پیدا کر سکتی ہے۔ خاندانی مداخلت خصوصاً ساس، سسر یا دیگر رشتہ داروں کا بلاوجہ امور میں دخل اندازی بھی اکثر جھگڑوں کو جنم دیتی ہے۔ بچوں کی تربیت، تعلیمی ترجیحات یا مذہبی امور کے اختلافات بھی ازدواجی زندگی میں بگاڑ کے اسباب بن سکتے ہیں۔ ان تضادات کے پیچھے صبر و برداشت کی کمی، غلط توقعات، مزاج یا خاندانی پس منظر میں فرق اور کاروبار، نفسیاتی دباؤ یا ماضی کے زخم جیسے عوامل و مداخلت رکھتے ہیں۔(۱۱)

بچوں کی تربیت اور پرورش کے حوالے سے مختلف نظریات مثلاً تعلیمی ترجیحات یا مذہبی تربیت بھی تنازعے کا سبب بن سکتے ہیں۔ بعض اوقات میاں بیوی کے درمیان نظریاتی یا مذہبی اختلافات شدت اختیار کر لیتے ہیں، خاص طور پر جب ایک فریق مذہب کے معاملے میں سنجیدہ ہو اور دوسرا لاپرواہ۔ ازدواجی تعلقات میں جنسی ہم آہنگی کی کمی، جذباتی بے رخی یا جسمانی تعلق میں سرد مہری بھی ایک خاموش مگر گہرا تنازعہ پیدا کرتی ہے۔ وقت کی کمی، ایک دوسرے کے ساتھ وقت نہ گزارنا یا توجہ نہ دینا، خاص طور پر جب سوشل میڈیا یا دوستوں کو ترجیح دی جائے، یہ بھی فاصلے کا باعث بنتا ہے۔

بچوں کی تربیت کے حوالے سے مختلف نظریات بشمول تعلیمی ترجیحات یا مذہبی تربیت، ازدواجی اختلافات کا ایک بنیادی سبب بن سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شوہر یا بیوی اگر تعلیم یا مذہبی تعلقات کے معاملے میں زیادہ سنجیدہ ہو جب کہ دوسرا لاپرواہ تو اس سے بچوں کی نشوونما پر شدید تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر میاں بیوی کے درمیان جنسی ہم آہنگی یا جذباتی قربت کی کمی ہو، یا ایک دوسرے کے ساتھ معیاری وقت نہ گزارنا (مثلاً سوشل میڈیا یا دوستوں کو ترجیح دینا) تو یہ خاموش مگر گہرا نفسیاتی اثر مرتب کرتا ہے۔ یہ تمام عناصر بچوں کی شخصیت اور ازدواجی ماحول پر گہرے منفی اثرات مرتب کرتے ہیں، جو نسل نو کی تربیت کو متاثر کر سکتے ہیں۔[۱۲]

i. اختلاف رائے:

اختلاف رائے سے مراد یہ ہے کہ کسی معاملے، خیال یا فیصلے پر دو یا زیادہ افراد کی سوچ، فہم یا نقطہ نظر ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ یہ ایک فطری اور سماجی رویہ ہے جو انسانوں کی انفرادی شخصیت، اقدار اور تجربات کے فرق کی وجہ سے جنم لیتا ہے۔ اختلاف رائے بذاتِ خود منفی نہیں، بلکہ اگر مثبت انداز میں اظہار اور برداشت کیا جائے تو یہ حقیقت تک رسائی اور تعلقات کی بہتری کا ذریعہ بن سکتا ہے۔[13]

زوجین کے اختلاف رائے کے بارے میں ہے:

> "Disagreements in marriage are an inevitable and natural reality that arise due to the different tendencies, expectations, and backgrounds of spouses. Sometimes the differences are temporary, such as the division of household chores or arguments over daily routines, and sometimes they are permanent, related to fundamental values or thirds-personality differences. According to marriage therapist John Gottman, about two of marital conflicts are perpetual, which must be managed through appropriate strategies rather than eliminated."[14]
>
> ازدواجی زندگی میں اختلاف رائے ایک لازمی اور فطری حقیقت ہے جو شریک حیات کے مختلف رجحانات، توقعات اور پس منظر کی بنا پر سامنے آتی ہے۔ اختلافات کبھی وقتی نوعیت کے ہوتے ہیں، جیسے گھریلو کام کی تقسیم یا روزمرہ معمولات پر بحث اور کبھی دائمی نوعیت کے، جو بنیادی اقدار یا شخصیت کے فرق سے جڑے رہتے ہیں۔ ماہر ازدواجیات جان گٹمن کے مطابق شادی شدہ زندگی کے تقریباً دو تہائی تنازعات دائمی (Perpetual) ہوتے ہیں، جنہیں ختم کرنے کے بجائے مناسب حکمت عملی کے ذریعے سنبھالنا ضروری ہے۔

ii. عدم برداشت:

کسی دوسرے فرد یا گروہ کے عقائد، رویوں، آراء، جذبات یا طرز زندگی کو قبول نہ کرنا اور ان پر منفی رد عمل ظاہر کرنا عدم برداشت کہلاتا ہے۔

➢ **بنیادی پہلو:**

بنیادی پہلو درج ذیل ہیں:

1۔ خیالات اور آراء میں سختی: دوسروں کی رائے سننے یا برداشت کرنے کی صلاحیت کا نہ ہونا۔

2۔ اختلاف کو دشمنی سمجھنا: رائے یا طرزِ عمل کے فرق کو برداشت کرنے کے بجائے اسے جھگڑے یا تنازع کی شکل دینا۔

3۔ تشدد یا بد کلامی کی طرف رجحان: چھوٹے اختلافات پر بھی غصہ، بدزبانی یا زیادتی پر اتر آنا۔

4۔ ذہنی تنگ نظری: تنوع (Diversity) کو قبول نہ کرنا اور صرف اپنی سوچ کو درست سمجھنا۔

ڈاکٹر منظور احمد کے مطابق:

عدم برداشت دو رویہ ہے جس میں انسان اختلاف رائے ثقافت، عقائد یا طرز زندگی کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور اپنے موقف کے خلاف کسی بھی چیز کو برداشت نہیں کرتا۔[۱۵]

زوجین کے تعلقات میں عدم برداشت ایک ایسا رویہ ہے جو ازدواجی زندگی کو شدید متاثر کرتا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان معمولی اختلافات اگر تحمل و صبر سے نہ نمٹائے جائیں تو وہ بڑے تنازعات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ عدم برداشت کی وجہ سے بات چیت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، ہر ایک اپنی رائے کو حتمی سمجھنے لگتا ہے اور دوسرے کی بات سننے یا قبول کرنے کا حوصلہ باقی نہیں رہتا۔ یہ رویہ گھریلو سکون کو برباد کرتا ہے۔ محبت و اعتماد کے رشتے کو کمزور کر دیتا ہے اور بعض اوقات علیحدگی یا طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ازدواجی رشتے میں کامیابی کے لیے برداشت، صبر، لچک اور ایک دوسرے کی کمزوریوں کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب عدم برداشت غالب آ جائے تو رشتہ بوجھ بننے لگتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ زوجین باہمی احترام اور گفتگو کے ذریعے مسائل کو حل کریں تاکہ گھریلو زندگی میں سکون اور ہم آہنگی قائم رہ سکے۔

iii. مالی نفسیاتی اور سماجی مسائل:

زوجین کے تنازعات میں مختلف عوامل کار فرما ہوتے ہیں جنہیں سماجی، نفسیاتی اور مالی پہلوؤں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

سماجی عناصر:

سماجی دباؤ، خاندانی مداخلت، رشتہ داروں کے غیر ضروری کردار اور معاشرتی توقعات ازدواجی تنازعات کو بڑھاتے ہیں۔ بعض اوقات والدین یا دیگر اہل ہے جو وہ گھر میں دیکھتا ہے۔

iv. اخلاقی و رویہ جاتی اثرات:

والدین کے جھگڑوں کا منظر بار بار دیکھنے والا بچہ یا تو بدتمیزی، ضد اور ہٹ دھرمی کا عادی ہو جاتا ہے یا غیر معمولی فرمانبردار بن کر اپنی اصل شخصیت کو دبا لیتا ہے۔ بعض اوقات وہ غصے کے اظہار کے لیے دوسروں کو نقصان پہنچانے لگتا ہے۔ یہ رویہ آگے چل کر معاشرتی سطح پر بھی منفی اثرات ڈالتا ہے۔

4۔ازدواجی اور مستقبل کی زندگی پر اثرات:

ایسے بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو ان کی اپنی ازدواجی زندگی پر بھی منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ چونکہ وہ مسلسل تنازعات اور ناچاقیوں کے ماحول میں پروان چڑھے ہوتے ہیں، اس لیے یا تو وہ رشتے بنانے سے خوفزدہ رہتے ہیں یا پھر اپنی ازدواجی زندگی میں بھی والدین کے رویے کو دہرانے لگتے ہیں۔

زوجین کے تنازعات بچوں کے لیے نہ صرف وقتی طور پر تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں بلکہ ان کے ذہنی سکون، تعلیم، رویوں اور مستقبل کے خاندانی تعلقات پر بھی دیرپا اثرات ڈالتے ہیں۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ اختلافات کو حکمت، برداشت اور باہمی گفتگو کے ذریعے حل کریں تاکہ بچے ایک پرامن اور محبت بھرے ماحول میں پروان چڑھ سکیں۔[۱۶]

اولاد کی تعریف:

اسلامی تعلیمات کے مطابق اولاد اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت اور امانت ہے، جو والدین کے لیے آزمائش اور ذمہ داری دونوں ہے۔ قرآن و سنت میں اولاد کو زینتِ حیاتِ دنیا اور والدین کے لیے خوشی و مسرت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی انہیں والدین کے اعمال و تربیت کا امتحان بھی بتایا گیا ہے۔

اولاد بطور نعمت:

"اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا"[۱۷]

(مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔)

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ دنیا میں انسان کو جو چیز سب سے زیادہ خوشی اور شان و شوکت کا باعث لگتی ہے، وہ مال و دولت اور اولاد ہیں۔

اولاد بطور آزمائش:

"اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ"[۱۸]

(تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہیں۔)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں"۔ اس حقیقت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو چیزیں انسان کو سب سے زیادہ عزیز ہیں، وہی اس کے ایمان اور اطاعتِ الٰہی کا امتحان بھی ہیں۔ زوجین کی محبت اور تعلق بلاشبہ سکون اور رحمت کا ذریعہ ہے، مگر کبھی یہی رشتہ دین پر عمل کرنے میں رکاوٹ بھی بن سکتا ہے۔ اگر شوہر یا بیوی ایک دوسرے کو نیکی سے روکتے ہیں یا دنیاوی آسائش کو دین پر ترجیح دیتے ہیں، تو یہی محبت آزمائش میں بدل جاتی ہے۔ اسی طرح اولاد اللہ کی بڑی نعمت اور خوشی کا سبب ہے، مگر ان کی بے جا محبت والدین کو حلال و حرام کی تمیز بھلا دیتی ہے، یا انہیں آخرت سے غافل کر دیتی ہے۔ بعض اوقات اولاد کے مستقبل، تعلیم یا خواہشات کو پورا کرنے کے لیے والدین دین سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں، جو اصل امتحان ہے۔ قرآن کا پیغام یہ ہے کہ مال اور اہلِ خانہ کو نعمت سمجھ کر استعمال کرو، لیکن ان کی محبت کو اللہ اور اس کے دین پر غالب نہ آنے دو۔ کامیاب وہی شخص ہے جو اپنے مال کو حلال طریقے سے کمائے، اپنی بیوی کے ساتھ تعلق کو دین کا سہارا بنائے اور اپنی اولاد کی تربیت اللہ کی اطاعت میں کرے، تاکہ یہ سب رشتے دنیا اور آخرت دونوں میں راحت و کامیابی کا ذریعہ بنیں، نہ کہ خسارے اور آزمائش کا سبب۔

- **زوجین کے تنازعات کے بچوں پر منفی اثرات اور ان کا حل قرآن کی روشنی میں:**

زوجین کے تنازعات کے بچوں پر منفی اثرات نہایت گہرے اور طویل المیعاد ہوتے ہیں، کیونکہ بچہ اپنی شخصیت رویے اور جذباتی توازن کی تشکیل زیادہ تر خاندانی ماحول ہی سے حاصل کرتا ہے۔ جب والدین کے درمیان مستقل جھگڑے، اختلافات اور تناؤ پایا جائے تو اس کے اثرات بچے کے ذہنی، نفسیاتی، سماجی اور اخلاقی پہلوؤں پر مرتب ہوتے ہیں۔

تعلیمی وسماجی اثرات:

ایسے بچے عموماً اسکول میں کم توجہ دیتے ہیں اور تعلیمی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ استاد اور ساتھیوں کے ساتھ ان کا رویہ غیر متوازن ہو جاتا ہے۔ وہ یا تو حد سے زیادہ خاموش اور الگ تھلگ رہتے ہیں یا جارحانہ اور لڑاکا رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ سماجی تعلقات میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں، کیونکہ بچہ وہی رویہ دہراتا ہے۔

نفسیاتی اثرات اور ان کا حل قرآن اور سنت کی روشنی میں:

زوجین کے آپس کے اختلافات اور جھگڑے گھر کے ماحول کو بے سکون کر دیتے ہیں، اور اس کا سب سے زیادہ منفی اثر اولاد پر پڑتا ہے۔ بچے چونکہ نفسیاتی طور پر نازک اور مشاہدہ کرنے والے ہوتے ہیں، اس لیے وہ والدین کے رویوں کو اپنے دل ودماغ میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ والدین کے آپسی جھگڑوں سے بچے خوف، اضطراب اور عدمِ تحفظ کا شکار ہو جاتے ہیں، ان کی شخصیت میں اعتماد کی کمی، جارحانہ رویہ یا حد سے زیادہ خاموشی پیدا ہو سکتی ہے۔ ایسے بچے اکثر تعلیمی کارکردگی میں کمزوری دکھاتے ہیں اور بعض اوقات ضد، چڑچڑاہٹ اور بدتمیزی جیسے مسائل میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اسلام نے گھر کے سکون کو بہت اہمیت دی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ:

"وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّن بُيُوتِكُمْ سَكَنًا"[19]

(گھر کو سکون کی جگہ بنایا گیا ہے۔)

لیکن اگر والدین کے جھگڑے ہوں تو گھر سکون کے بجائے خوف کی جگہ بن جاتا ہے۔ سورۃ النحل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے گھروں کو سکون و آرام کا ذریعہ قرار دیا ہے، لیکن جب والدین آپس میں اختلاف اور جھگڑوں میں مبتلا ہوں تو یہ سکون بکھر جاتا ہے اور اس کا سب سے زیادہ اثر اولاد پر پڑتا ہے۔ گھر جو محبت، امن اور اطمینان کا مرکز ہونا چاہیے، وہ تنازعات کی وجہ سے خوف اور بے چینی کا سبب بن جاتا ہے۔ بچے والدین کے رویوں سے براہِ راست متاثر ہوتے ہیں؛ ان کے دلوں میں عدمِ اعتماد، غم اور نفسیاتی دباؤ پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گھروں کو سکون کے لیے بنایا ہے، لیکن والدین کے جھگڑوں سے یہ مقصد ختم ہو جاتا ہے اور اولاد اس سکون سے محروم رہتی ہے۔ اس آیت کی روشنی میں یہ سبق ملتا ہے کہ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے اختلافات کو صبر، حکمت اور برداشت سے حل کریں تاکہ اولاد پر منفی اثرات نہ پڑیں اور گھر اپنی اصل حیثیت یعنی محبت اور سکون کی جگہ بنا رہے۔ حدیث میں بیان ہے کہ:

"حدثنا عبد الله بن مسلمة، عن مالك، عن عبد الله بن دينار، عن عبد الله بن عمر، ان رسول الله ﷺ قال:" الا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته، فالامير الذي على الناس راع عليهم وهو مسئول عنهم، والرجل راع على اهل بيته وهو مسئول عنهم، والمراة راعية على بيت بعلها وولده وهي مسئولة عنهم، والعبد راع على مال سيده وهو مسئول عنه فكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته"[20]

(عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خبردار سن لو! تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کا نگہبان ہے اور (قیامت کے دن) اس سے اپنی رعایا سے متعلق بازپرس ہو گی لہٰذا امیر جو لوگوں کا حاکم ہو وہ ان کا نگہبان ہے اس سے ان کے متعلق بازپرس ہو گی اور آدمی اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے اولاد کی نگہبان ہے اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا غلام اپنے آقا و مالک کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا، تو (سمجھ لو) تم میں سے ہر ایک راعی (نگہبان) ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہو گی۔)

اخلاقی اثرات اور ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں:

زوجین کے اختلافات نہ صرف بچوں کی نفسیات بلکہ ان کی اخلاقی تربیت پر بھی منفی اثر ڈالتے ہیں۔ جب بچے والدین کو ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے دیکھتے ہیں تو ان کے اندر احترام، اطاعت اور ادب کی اقدار کمزور ہونے لگتی ہیں۔ وہ یا تو جھوٹ بولنے، ضد کرنے اور بڑوں کی نافرمانی جیسے رویے اپناتے ہیں یا پھر بدتمیزی اور سخت لہجے کو معمول سمجھنے لگتے ہیں۔ بعض اوقات بچے والدین کی طرح غصہ اور سختی کو اپنا کر دوسروں سے بھی بدسلوکی کرنے لگتے ہیں، یوں گھر کے جھگڑے ان کی اخلاقی بنیاد کو کمزور کر دیتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کا حل یہ بیان ہوا ہے کہ میاں بیوی باہمی صبر و درگزر کے ساتھ زندگی گزاریں اور بچوں کے لیے بہترین عملی نمونہ پیش کریں۔

قرآن مجید میں ہے:

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ"(۲۱)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔)

اس آیت میں دو بنیادی تعلیمات دی گئی ہیں: تقویٰ اختیار کرنا اور صداقت والے لوگوں کا ساتھ دینا۔ اگر والدین اپنی زندگی میں تقویٰ اور صداقت کو لازم پکڑیں تو ان کے اختلافات بھی اعتدال اور انصاف پر مبنی ہوں گے، جس سے اولاد پر منفی اثرات نہیں پڑیں گے۔ لیکن جب والدین کے جھگڑوں میں تقویٰ اور سچائی کی کمی ہو جائے، اور ایک دوسرے کے ساتھ سخت کلامی، ضد یا الزام تراشی کا رویہ اپنایا جائے تو اولاد کے دل میں بے اعتمادی اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ ایسے ماحول میں بچے نہ صرف ذہنی دباؤ اور الجھن کا شکار ہوتے ہیں بلکہ ان کی شخصیت میں بھی جھوٹ، بداعتمادی اور بے سکونی پروان چڑھنے لگتی ہے۔ قرآن کی ہدایت یہ ہے کہ والدین اپنے رویوں میں سچائی اور اللہ کا خوف قائم رکھیں تاکہ گھر کا ماحول امن و سکون کا گہوارہ بنے اور اولاد کے کردار پر مثبت اثرات مرتب ہوں۔ اس طرح بچے بھی سچائی، تقویٰ اور اعتماد جیسی اعلیٰ صفات کو اپنی زندگی کا حصہ بنا سکیں گے۔

"ايوب بن موسى، عن ابيه، عن جده، قال: قال رسول الله ﷺ: «ما نحل والد ولدا نحلا خيرا له من ادب حسن"(۲۲)

(ایوب بن موسیٰ اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی باپ نے اپنی اولاد کو حسن ادب سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں دیا۔)

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی ایک نہایت حکمت بھری تعلیم ہے کہ والدین اپنی اولاد کو جو کچھ بھی عطا کر سکتے ہیں، ان میں سب سے قیمتی اور پائیدار چیز حسن ادب ہے۔ مال و دولت اور دنیاوی آسائشیں وقتی فائدہ دیتی ہیں، لیکن اچھا ادب اور سلیقہ پوری زندگی کے لیے اولاد کا سرمایہ بن جاتا ہے۔ والدین کے اختلافات اولاد کے ادب و تربیت پر براہِ راست اثر ڈالتے ہیں، کیونکہ

بچہ سب سے پہلے گھر میں ہی سیکھتا ہے۔ اگر والدین کے درمیان تلخ کلامی، جھگڑا یا ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا معمول ہو تو بچے بھی یہی رویہ اپنا لیتے ہیں۔ اس سے ان کے اخلاق میں بگاڑ اور رویوں میں سختی پیدا ہو جاتی ہے، جبکہ وہ برداشت اور احترام جیسی خوبیاں کھو بیٹھتے ہیں۔ برعکس اس کے، اگر والدین اختلافِ رائے کے باوجود صبر، نرمی اور احترام کا مظاہرہ کریں تو بچے یہ سلیقہ سیکھتے ہیں کہ زندگی میں مسائل کو کس طرح وقار اور حسنِ اخلاق کے ساتھ حل کیا جاتا ہے۔ اس طرح والدین عملاً اپنی اولاد کو وہ سب سے قیمتی عطیہ دے رہے ہوتے ہیں جسے نبی کریم ﷺ نے "حسنِ ادب" قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ"[۲۳]

(طاقتور وہ نہیں جو کشتی میں دوسرے کو پچھاڑ دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔)

والدین کے اختلافات میں عموماً غصہ، سخت کلامی اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش شامل ہوتی ہے۔ جب والدین اپنے غصے پر قابو نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے سامنے شدت اختیار کرتے ہیں تو اس کا سب سے زیادہ منفی اثر اولاد پر پڑتا ہے۔ بچے اپنے والدین کو رول ماڈل سمجھتے ہیں، اس لیے اگر وہ ہر اختلاف پر غصے، لڑائی یا سخت لہجے کا مظاہرہ دیکھیں تو ان کے اندر بھی یہی رویے پروان چڑھنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً بچے یا تو ڈرے سہمے اور غیر پر اعتماد ہو جاتے ہیں، یا پھر وہی غصہ اور سختی اپنے رویے کا حصہ بنا لیتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر والدین حدیث کے مطابق غصے کے وقت ضبط کا مظاہرہ کریں اور اختلاف کو تحمل، نرمی اور عقل مندی سے حل کریں تو بچے سکون اور اعتماد کے ساتھ پرورش پاتے ہیں اور ان کی شخصیت میں برداشت، صبر اور مثبت سوچ پیدا ہوتی ہے۔ یوں والدین کا ضبط نہ صرف ان کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے بلکہ اولاد کی شخصیت پر بھی خوشگوار اثر ڈالتا ہے۔

اولاد کی دین سے دوری اور اس کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں:

والدین کے آپسی اختلافات اور جھگڑے اولاد کی دینی تربیت پر گہرے منفی اثرات ڈالتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ کہ بچے گھر کے ماحول ہی سے دین سیکھتے ہیں، لیکن اگر وہ اپنے والدین کو مستقل لڑتے جھگڑتے دیکھیں تو ان کے دل میں صبر، برداشت اور حسنِ اخلاق جیسی اسلامی اقدار کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ والدین کی نااتفاقی بچوں کو بددل کر دیتی ہے اور وہ دین کو محض زبانی دعویٰ سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان کے دل میں نماز، قرآن اور دینی تعلیم کی طرف رغبت کم ہو جاتی ہے۔ مزید یہ کہ گھر کے کشیدہ ماحول سے پیدا ہونے والا نفسیاتی دباؤ انہیں دین سے غفلت، بیزاری اور بعض اوقات بغاوت تک لے جاتا ہے۔ والدین اگر ایک دوسرے سے بدکلامی کریں تو بچے بھی بدزبان ہو جاتے ہیں، اگر ظلم اور زیادتی دیکھیں تو ان کے اندر عدل اور انصاف کی قدر ختم ہو جاتی ہے۔ یوں والدین کے جھگڑے نہ صرف اولاد کو ذہنی اور اخلاقی طور پر نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ انہیں آہستہ آہستہ دین کی اصل روح اور اطاعتِ الٰہی سے بھی دور کر دیتے ہیں۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا"[۲۴]

(اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔)

والدین کو ایک بڑی ذمہ داری یاد دلاتی ہے کہ وہ نہ صرف اپنی حفاظت کریں بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی گمراہی اور برائی سے بچائیں۔ جب گھر کے اندر والدین کے درمیان اختلافات اور جھگڑے ہوں تو سب سے زیادہ متاثر اولاد ہوتی ہے۔ وہ نفسیاتی دباؤ، عدمِ تحفظ اور محبت کی کمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے ماحول میں بچوں کے اخلاق، رویے اور سوچ پر منفی اثرات پڑتے ہیں اور ان کے دل میں گھر اور خاندان کے حوالے سے منفی تاثر پیدا ہو سکتا ہے۔ نتیجتاً وہ دین و اخلاق کی مضبوطی کے بجائے بغاوت، ضد یا بے راہ

روی کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔ اس آیت کی روشنی میں والدین پر لازم ہے کہ اپنے باہمی اختلافات کو حکمت و صبر سے حل کریں تاکہ بچوں کے دل و دماغ کو بگاڑنے کے بجائے ان کی تربیت اسلامی اقدار کے مطابق ہو اور وہ جہنم کے راستے سے بچ سکیں۔

والدین کے باہمی اختلافات اور جھگڑے اولاد پر نہایت منفی اثرات ڈالتے ہیں۔ اسلام نے میاں بیوی کے تعلق کو سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً"[25]

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی۔)

جب یہ محبت اور سکون ٹوٹ جائے اور اس کی جگہ جھگڑے اور نفرت لے لیں تو سب سے پہلے اس کا اثر بچوں کی شخصیت اور ذہن پر پڑتا ہے۔ گھر جو سکون اور تحفظ کی جگہ ہے، وہ بے سکونی اور خوف کی جگہ بن جاتا ہے، اور یہ خوف بچوں کی نفسیات میں بیٹھ کر ان کے اعتماد اور تربیت کو متاثر کرتا ہے۔

والدین کے جھگڑوں کے سبب بچوں میں احساسِ کمتری، ذہنی دباؤ اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ قرآن میں حکم ہے:

"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[26]

(ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔)

یعنی میاں بیوی کا تعلق نرمی اور حسنِ سلوک پر قائم ہونا چاہیے۔ جب ماں باپ ایک دوسرے کے ساتھ سختی برتیں تو بچے بھی غیر محسوس طریقے سے سخت مزاج اور بد اخلاق بننے لگتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر گھر میں شفقت، تحمل اور حسنِ اخلاق ہو تو بچے بھی انہی اوصاف کو اپنا لیتے ہیں۔

اسی طرح اولاد کی صحیح تربیت والدین کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جب والدین آپس میں لڑتے ہیں تو ان کی توجہ اولاد کی صحیح تربیت سے ہٹ جاتی ہے، اور بچے پیار و توجہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ محرومی انہیں یا تو باغی بنا دیتی ہے یا احساسِ محرومی کے ساتھ کمزور کر دیتی ہے۔

مزید یہ کہ والدین کے اختلافات بچوں کے اخلاق و کردار پر بھی اثر ڈالتے ہیں۔ جھگڑوں کو دیکھ کر وہ بھی چیخنے چلانے، ضد کرنے اور دوسروں سے بد سلوکی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہو۔ پس اگر والدین گھر میں ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کریں تو بچے بھی اچھے اخلاق سیکھنے کے بجائے برے رویے اپناتے ہیں۔

آخر میں، والدین کے جھگڑے بچوں کے دین و ایمان پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر گھر میں نفرت، بدزبانی اور ظلم کا ماحول ہو تو بچے دین کی تعلیمات سے دور ہو سکتے ہیں، کیونکہ عملی طور پر انہیں اسلام کی اصل تعلیم (یعنی محبت، رحم اور عفو) نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اختلاف کی صورت میں صلح اور اصلاح کی تاکید کی:

”وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا“(27)

(اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا خوف ہو تو ایک مُنصِف مرد والوں میں اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مُقرر کرو، اگر یہ دونوں صُلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرادے گا۔)

یعنی جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے حکمت اور ثالثی اختیار کی جائے تاکہ گھر کا سکون اور اولاد کا مستقبل محفوظ رہے۔

اس طرح واضح ہوتا ہے کہ والدین کے اختلافات صرف میاں بیوی کے درمیان محدود نہیں رہتے بلکہ براہِ راست بچوں کے ایمان، اخلاق، نفسیات اور مستقبل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے والدین کو حسنِ معاشرت، صبر، برداشت اور اختلاف کو ختم کرنے کی خاص تعلیم دی ہے تاکہ اولاد ایک پر امن اور محبت بھرا ماحول پا کر اچھے مسلمان اور صالح انسان بن سکیں۔

قرآن مجید میں خاندانی مسائل کا حل:

قرآن مجید خاندانی مسائل کے حل کے لیے ایک مکمل اور متوازن رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس میں سب سے پہلے میاں بیوی کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت، عزت اور بھلے طریقے سے زندگی گزاریں۔ اگر کبھی اختلاف یا جھگڑا پیدا ہو جائے تو اس کا فوری حل علیحدگی نہیں بلکہ صلح اور بات چیت ہے، جس کے لیے خاندان کے سمجھدار افراد کو ثالث بنایا جا سکتا ہے تاکہ وہ باہمی مشورے اور انصاف کے ساتھ مسئلہ حل کریں۔ قرآن نے خاندان کو مضبوط رکھنے کے لیے انصاف، رحم دلی اور بھلائی کے اصولوں پر زور دیا ہے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حقوق کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا ہے تاکہ تعلقات مضبوط رہیں اور کدورتیں پیدا نہ ہوں۔ اگر کبھی ازدواجی رشتہ نبھانا ممکن نہ ہو تو قرآن جدائی کو آخری راستہ قرار دیتا ہے لیکن اس میں بھی باہمی عزت واحترام اور بھلے طریقے کی تاکید کرتا ہے تاکہ کسی کو نقصان یا تکلیف نہ پہنچے۔ اس طرح قرآن خاندانی مسائل کے حل کے لیے محبت صلح، عدل، احسان اور باہمی تعاون کی بنیاد پر ایک ایسا نظام پیش کرتا ہے جو خاندان اور معاشرے، دونوں کو امن سکون اور خوشی فراہم کرتا ہے۔

باہمی مشورہ اور صلح:

خاندانی جھگڑوں کا ایک بڑا سبب ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ قرآن مجید نے میاں بیوی اور خاندان کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کے لیے مشورہ اور صلح کا اصول بتایا۔

”وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا“(28)

(اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی اَن بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرادے گا۔)

۱۔ خاندانی جھگڑوں میں ثالث مقرر کرنے کی ہدایت:

اگر میاں بیوی کے درمیان تعلقات اتنے خراب ہو جائیں کہ بات علیحدگی تک پہنچنے لگے تو قرآن کہتا ہے کہ فوری طلاق کی طرف نہ جایا جائے بلکہ پہلے اصلاح کی کوشش کی جائے اس کے لیے دونوں خاندانوں سے با اعتماد اور سمجھدار افراد ثالث بنائے جائیں۔

۲۔ ثالث کا کردار:

ثالث کا کام صرف جھگڑے کو ختم کرنا نہیں بلکہ انصاف اور خیر خواہی کے ساتھ دونوں کے درمیان صلح کروانا ہے۔ چونکہ وہ دونوں کے قریبی ہوتے ہیں، اس لیے مسائل کی اصل جڑ تک پہنچ سکتے ہیں اور غیر جانبدار رہ کر فیصلہ دے سکتے ہیں۔

۳۔ اصلاح کی نیت کا اثر:

آیت میں شرط رکھی گئی إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا یعنی اگر میاں بیوی اور ثالث دونوں واقعی دل سے صلح چاہتے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو ملا دے گا۔ یہ اشارہ ہے کہ نیت اور خلوص کے بغیر کوئی بھی فیصلہ پائیدار نہیں ہوتا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق پر اعتماد:

یہ بات واضح کی گئی کہ اصل کامیابی اللہ کی مدد سے ہے۔ اگر نیت صاف ہو، ارادے درست ہوں تو اللہ خود صلح کی راہیں کھول دیتا ہے۔

عدل، رحم اور احسان کے اصول:

خاندانی زندگی محبت، انصاف اور احسان کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ قرآن نے میاں بیوی کے تعلق کو باہمی حقوق اور عدل پر قائم کرنے کی تعلیم دی ہے۔

"وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"[29]

(ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔)

یہاں "معروف" کا لفظ بہت جامع ہے، جو ہر اس رویے کو شامل کرتا ہے جو شریعت، عقل اور معاشرتی اقدار کے مطابق اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اس میں بیوی کے ساتھ محبت، نرمی، عزت و احترام، خوش اخلاقی اور ان کی ضروریات پوری کرنا شامل ہے۔ قرآن مجید اس آیت کے ذریعے شوہروں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ بیوی کو بوجھ یا غلام نہ سمجھیں بلکہ ایک شریک زندگی کی حیثیت سے اس کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اگر عورت کی کوئی بات ناگوار بھی گزرے تو محض ناپسندیدگی کی بنیاد پر اسے تکلیف دینا یا اس کے حقوق دبانا درست نہیں، بلکہ صبر و برداشت سے کام لینا چاہیے، کیونکہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائیاں رکھ دے۔ یوں یہ آیت ازدواجی زندگی کی بنیاد کو محبت، عدل، صبر اور ایثار پر قائم کرنے کا حکم دیتی ہے تاکہ خاندان کا نظام مضبوط اور پائیدار رہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

" اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى "[30]

(اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ اس آیت میں شوہر اور بیوی کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی کو عدل اور انصاف پر قائم کریں۔ شوہر بیوی کے ساتھ ہر معاملے میں انصاف کرے اس کے حقوق ادا کرے، نان و نفقہ اور عزت دے، اور بیوی بھی شوہر کے ساتھ وفاداری اور اطاعت کے ساتھ عدل کا برتاؤ کرے۔ صرف انصاف پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ احسان اور

بھلائی سے پیش آیا جائے، یعنی سختی اور جبر کے بجائے نرمی، محبت، ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کیا جائے۔ اسی کے ساتھ رشتہ داری کا لحاظ رکھنے کا حکم ہے، اس کا مطلب ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے اہل خانہ اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک رکھیں تاکہ گھر کا ماحول محبت، سکون اور احترام سے بھر جائے۔ اس طرح یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ ازدواجی زندگی کی کامیابی صرف قانونی حقوق پورے کرنے میں نہیں بلکہ انصاف محبت ایثار اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک میں ہے۔

طلاق کی صورت میں حکمت اور مصلحت:

اسلام نے طلاق کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا لیکن اگر میاں بیوی کا نباہ ممکن نہ رہے تو قرآن نے اس کے لیے باعزت راستہ بتایا ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى"[31]

(یا تو اچھائی کے ساتھ روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا۔)

ازدواجی تعلقات میں اگر اختلافات اتنے بڑھ جائیں کہ نباہ مشکل ہو جائے تو شوہر کے پاس دو ہی راستے ہیں یا تو بیوی کو اچھے اور بھلے طریقے سے اپنے پاس رکھے اور اس کے ساتھ انصاف، محبت اور حسن سلوک کرے یا پھر اگر ساتھ رہنا ممکن نہ ہو تو اسے عزت واحترام کے ساتھ رخصت کر دے۔ اس آیت میں قرآن مجید نے یہ اصول واضح کیا ہے کہ میاں بیوی کے تعلق کو ظلم، جبر یا ضد پر قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر ساتھ رکھنا ہے تو معروف (یعنی عدل، انصاف اور بھلے برتاؤ) کے ساتھ ہو، اور اگر علیحدگی ناگزیر ہے تو احسان کے ساتھ ہو یعنی طلاق کو ایذارسانی یا انتقام کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ یہ تعلیم دراصل ازدواجی زندگی کو خوشگوار رکھنے اور اگر علیحدگی ہو تو اسے پُرامن اور مہذب انداز میں اختیار کرنے کا حکم ہے، تاکہ نہ عورت کی عزت مجروح ہو اور نہ ہی خاندان کا نظام بکھرے۔ اس طرح قرآن خاندانی مسائل کے حل میں اعتدال اور حکمت کا سب سے بہترین راستہ بتاتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا "[32]

(جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں اچھی طرح بساؤ، یہ بھلائی کے ساتھ الگ کر دو اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم وزیادتی کے لیے نہ روکو۔)

مفہوم یہ ہے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آئے تو پھر تمہارے پاس دو ہی راستے ہیں یا تو انہیں بھلے اور شریفانہ طریقے سے اپنے پاس رکھو یا پھر انہیں اچھے انداز اور عزت واحترام کے ساتھ رخصت کر دو۔ قرآن واضح ہدایت دیتا ہے کہ عورت کو محض ستانے یا نقصان پہنچانے کے لیے عدت کے دوران روکے رکھنا جائز نہیں۔ یعنی عورت کو بے جا انتظار میں ڈالنا اس کے مستقبل کو برباد کرنا یا ضد اور انتقام کے طور پر عدت کے اختتام پر دوبارہ روک لیا سراسر ظلم ہے۔ اس آیت سے اسلام نے یہ اصول قائم کیا کہ طلاق کا معاملہ غصے یا جذبات سے نہیں بلکہ عقل، حکمت اور شریعت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر رشتہ بچ سکتا ہے تو صلح اور معروف کے ساتھ اسے قائم رکھنا بہتر ہے لیکن اگر علیحدگی ناگزیر ہے تو احسان، نرمی اور عزت کے ساتھ اسے مکمل کر دینا چاہیے۔ اس طرح قرآن نے طلاق کے معاملے میں بھی عورت کے وقار، انصاف اور انسانی حقوق کی حفاظت کی ہے اور خاندان کے نظام کو ظلم اور جبر سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

قرآن مجید خاندانی مسائل کے حل کے لیے نہایت جامع اور حکیمانہ اصول بیان کرتا ہے۔ میاں بیوی کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی گزاریں، محبت، صبر اور عزت کو بنیاد بنائیں اور اگر اختلاف پیدا ہو تو صلح اور مشورے کے ذریعے مسئلہ حل کریں۔ قرآن نے عدل، احسان اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو خاندانی زندگی کی مضبوطی کا بنیادی اصول قرار دیا ہے، تاکہ انصاف، ایثار اور تعلقات کی بھلائی سے گھر کا ماحول پر امن رہے۔ اگر نباہ ممکن نہ ہو تو طلاق کو آخری راستہ بتایا گیا ہے لیکن اس میں بھی احترام اور بھلائی کے ساتھ جدائی کی تاکید کی گئی ہے تاکہ کسی کو نقصان یا تکلیف نہ پہنچے۔ یوں قرآن کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ خاندانی مسائل کے حل صلح، عدل، احسان، صبر اور باہمی احترام میں پوشیدہ ہے، جو خاندان کو محبت اور سکون کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔

سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں ازدواجی زندگی کے اصول:

نبی کریم ﷺ نے اپنی سیرت مبارکہ کے ذریعے ازدواجی اور خاندانی زندگی سے بہترین اصول امت کو سکھائے۔ بطور شوہر آپ ﷺ کے نہایت محبت کرنے والے نرم خو اور خوش اخلاق تھے۔ ازواج مطہرات کے ساتھ مشورہ کرتے، ان کی بات سنتے اور گھر کے کاموں میں بھی حصہ لیتے۔ اختلاف کی صورت میں آپ ﷺ نے صبر اور حکمت سے مسائل حل کیے۔ کبھی سختی یا جبر کا طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ نرمی اور بردباری سے راہنمائی فرمائی۔ بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا انداز بے مثال تھا، آپ شفقت اور محبت سے پیش آتے، ان کے ساتھ کھیلتے اور ان کی تربیت ایمان، اخلاق اور ادب پر فرماتے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی واضح کیا کہ بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین ہو۔ اس طرح آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ازدواجی اور خاندانی زندگی کے لیے سراپا رہنمائی ہے جو محبت، صبر، شفقت اور حکمت پر قائم ہے۔

گھر کے کاموں میں حصہ لینا:

"سالت عائشة رضي الله عنها ما،" كان النبي ﷺ يصنع في البيت؟ قالت: كان في مهنة اهله، فإذا سمع الاذان خرج "(33)

(عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کیا کرتے تھے؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کیا کرتے تھے، پھر آپ جب اذان کی آواز سنتے تو باہر چلے جاتے تھے۔)

یہ حدیث ہمیں نبی کریم ﷺ کی گھریلو زندگی میں عملی انداز اور اسوہ حسنہ کے بارے میں روشنی دیتی ہے۔ شوہر کے طور پر آپ ﷺ نے یہ سکھایا کہ گھریلو کام صرف بیوی یا عورت کا کام نہیں، بلکہ یہ مرد اور عورت دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے، اور ایمان کے ساتھ عبادت اور دنیاوی ذمہ داریوں کا توازن بھی برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ یوں یہ حدیث شوہروں کے لیے رہنمائی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ تعاون، محبت اور توجہ کے ساتھ زندگی گزاریں۔

اہل وعیال کے لیے بہتر:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي"(34)

(ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر۔)

یہ حدیث ازدواجی زندگی میں نبی کریم ﷺ کے عملی اسوہ کو واضح کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہترین سلوک کرے اور آپ ﷺ خود اس معیار کی اعلیٰ مثال ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ ایک شوہر کی اصل خوبی اور فضیلت کا پیمانہ یہ نہیں کہ وہ صرف باہر معاملات میں کامیاب یا طاقتور ہو، بلکہ اس کا صحیح انداز اس کے گھر ساتھ محبت، شفقت، تعاون اور عزت و احترام میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ گھر کی خوشحالی اور سکون شوہر اور بیوی کے حسن سلوک، بردباری اور ایثار سے ممکن ہے۔ نبی ﷺ کی زندگی ہمیں یہ بھی سکھاتی ہے کہ گھر کے چھوٹے چھوٹے رویے، جیسے نرمی، محبت اور ایک دوسرے کی قدر کرنا، ایمان اور اخلاق کی اعلیٰ علامت ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں اختلاف اور تنازع کے مواقع پر ہمیشہ صبر، تحمل اور حکمت کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ کبھی بھی غصے یا جبر کے تحت فیصلے نہیں کرتے تھے بلکہ ہر معاملے میں نرمی، سمجھداری اور مشورے کو ترجیح دیتے تھے۔ ازدواجی زندگی میں اگر شوہر اور بیوی کے درمیان کی بات پر اختلاف پیدا ہو جائے تو آپ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے صلح کی کوشش کریں، بات چیت اور مشورے سے مسئلہ حل کریں اور اگر ضروری ہو تو ثالثی کا سہارا لیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ سے متعدد احادیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی گھر کے اندر ناراضگی یا تلخی کو بڑھاوا نہیں دیا بلکہ ہمیشہ تحمل اور بردباری سے کام لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ اختلاف کے بعد بھی احترام اور حسن سلوک برقرار رکھتے، کسی پر الزام یا جبر مسلط نہیں کرتے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ خاندانی زندگی میں صبر اور حکمت کے ذریعے اختلافات کو حل کرنا نہ صرف تعلقات کو مضبوط بناتا ہے بلکہ گھر کا ماحول سکون اور محبت سے بھرپور رہتا ہے۔

- **نبی کریم ﷺ کا بچوں کے ساتھ شفقت اور تربیت کا انداز:**

1۔ حضرت حسین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کے ساتھ محبت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اکثر اپنے نواسے حضرت حسین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھاتے، بوسہ دیتے اور ان کے ساتھ کھیلتے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھایا اور انہیں جھولا جھلانے کا لطف دیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ بچوں کے ساتھ جسمانی قربت، محبت اور توجہ دینا تربیت اور نفسیاتی سکون کا اہم ذریعہ ہے۔

2۔ خاندان کے تمام بچوں کے ساتھ یکساں محبت:

ایک واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کبھی کسی بچے کے ساتھ تعصب یا سختی نہیں کرتے تھے، بلکہ سب کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آتے۔ بچوں کے درمیان کوئی تفریق یا جبر نہیں ہوتا تھا، جس سے بچوں میں محبت اور اعتماد پیدا ہوتا تھا۔

3۔ تعلیم اور اخلاق کی تربیت:

نبی ﷺ نہ صرف محبت اور کھیل کے ذریعے بچوں کے دل جیتتے بلکہ ان کی اخلاقی تربیت بھی فرماتے۔ آپ ﷺ اکثر بچوں کو دعا پڑھنا، صدقہ دینا اور اچھے اخلاق اختیار کرنے کی تلقین کرتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نماز سکھاتے ہوئے بتایا کہ چھوٹے چھوٹے اعمال بھی اللہ کے نزدیک قیمتی ہیں۔

4۔ صبر اور تحمل کا مظاہرہ:

ایک اور واقعہ میں نبی ﷺ نے بچوں کی غلطیوں یا شرارتوں پر کبھی غصہ نہیں کیا بلکہ نرمی اور صبر کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔ اس سے بچوں کو اپنی غلطیوں سے سیکھنے اور اعتماد کے ساتھ اپنی شخصیت بنانے کا موقع ملتا تھا۔

- **اسلامی تعلیمات پر عمل سے خاندانی نظام کی مضبوطی:**

خاندان معاشرت کا بنیادی ستون ہے اور ایک مضبوط خاندان ہی معاشرے کی مضبوطی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں خاندانی نظام کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور ہر رکن کے حقوق و فرائض واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات پر عمل سے خاندان میں محبت، تعاون اور استحکام پیدا ہوتا ہے، جو معاشرتی مسائل کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

ا۔ والدین کے حقوق:

اسلام میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا"[35]

(اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔)

والدین کے حقوق کی پاسداری سے بچوں میں اخلاقی تربیت اور گھر میں سکون قائم ہوتا ہے، جو خاندانی نظام کو مضبوط بناتا ہے۔

3۔ بچوں کی تربیت:

بچوں کی تربیت میں اسلامی اصولوں کی پابندی انتہائی اہم ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ"[36]

(اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں۔)

اسلامی تربیت بچوں میں اخلاقیات اور سماجی ذمہ داری کا شعور پیدا کرتی ہے، جو مستقبل میں مضبوط خاندان کی بنیاد دیتی ہے۔

- **والدین کی جانب سے اولاد کی تربیت میں برداشت اور رواداری: قرآنی تعلیمات کی روشنی میں**

اسلام میں خاندان کو معاشرت کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اور والدین کو اولاد کی تربیت میں بنیادی کردار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں میں اخلاقی قدروں خصوصاً برداشت اور رواداری کو پروان چڑھائیں، تاکہ بچے معاشرتی ہم آہنگی اور اخلاقی مضبوطی کے حامل بنیں۔

i. **برداشت کی تعلیم:**

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو صبر اور تحمل سکھائیں، کیونکہ قرآن میں صبر کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے:

"اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ"[37]

(سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور (جنھوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔)

والدین اپنے رویے اور عمل کے ذریعے بچوں میں تحمل اور مشکلات کا سامنا کرنے کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں۔

ii. **رواداری اور دوسروں کے حقوق:**

والدین بچوں کو دوسروں کے نظریات، جذبات اور حقوق کا احترام سکھا سکتے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ"[38]

(اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔)

یہ تعلیم والدین کے لیے رہنمائی ہے کہ وہ اپنے بچوں میں دوسروں کے ساتھ رواداری اور احترام کی خصوصیات پیدا کریں۔

iii. اختلافات میں تحمل اور شائستگی:

والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو اختلاف رائے کی صورت میں تحمل اور شائستگی اختیار کرنا سکھائیں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

”وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا“[39]

(رحمان کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔)

یہ بچوں کو اخلاقی تربیت دینے کا ایک اہم ذریعہ ہے، جس سے وہ معاشرت میں امن اور تعاون کے حامل بن سکتے ہیں۔

iv. والدین کی عملی مثال:

والدین کی عملی مثال بچوں کے لیے سب سے بڑا درس ہوتی ہے۔ اگر والدین خود صبر، برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کریں تو بچے بھی ان صفات کو اپناتے ہیں۔ قرآن کی تعلیمات میں والدین کی ہدایت اور عملی کردار کو بار بار اجاگر کیا گیا ہے۔

خلاصہ:

قرآن وسنت کی روشنی میں "زوجین" کے لغوی معنی جوڑوں کے ہیں، اور بطور عمومی "ازواج" مرد وعورت دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زوجین کی تخلیق اپنی حکمت اور کائنات کے توازن کی علامت بنائی ہے، تاکہ انسان ایک دوسرے کا سہارا بن کر زندگی گزار سکیں۔ انسانی زندگی میں زوجین کا کردار محبت، سکون اور نسل کی بقا ہے، تاہم بعض اوقات ان کے درمیان تنازع بھی پیدا ہوتا ہے۔ "تنازعہ" لغوی طور پر جھگڑے کو اور اصطلاحی طور پر اختلاف و ٹکراؤ کو کہا جاتا ہے۔ زوجین کے تنازعات کی بنیاد اکثر آراء میں سختی، عدم برداشت، مالی، نفسیاتی اور سماجی مسائل پر ہوتی ہے جو ازدواجی تعلقات، مستقبل کی زندگی اور اولاد پر گہرے اخلاقی ورویہ جاتی اثرات ڈالتی ہے۔ اولاد اللہ کی نعمت بھی ہے اور آزمائش بھی۔ اگر والدین کے درمیان تنازعات بڑھ جائیں تو بچوں پر اس کے منفی تعلیمی، سماجی، نفسیاتی اور اخلاقی اثرات پڑتے ہیں، یہاں تک کہ دین سے دوری کا اندیشہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ قرآن وسنت ان مسائل کے حل کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ باہمی مشورہ، صلح، عدل، رحم اور احسان کے اصول اپنانا خاندانی نظام کو مضبوط کرتا ہے، جبکہ طلاق کی صورت میں بھی حکمت، مصلحت اور نرمی کی تاکید کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ازدواجی زندگی کے اصول باہمی محبت، برداشت اور شفقت پر قائم کیے، اور بچوں کی تربیت میں شفقت و حکمت سے بہترین نمونہ پیش فرمایا۔ اسلامی تعلیمات پر عمل سے خاندان میں استحکام اور نسلوں میں دین داری آتی ہے۔ والدین پر لازم ہے کہ وہ اولاد میں صبر، برداشت اور رواداری پیدا کریں، اور اختلافات کی صورت میں تحمل اور شائستگی کا مظاہرہ کریں۔ یوں قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل کرکے ایک پرامن، متوازن اور مضبوط خاندانی نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔

Refrences

1- Ibn Manẓūr, Lisān al-ʿArab (Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH/1994 AD), 2/11, s.v. "Zawj."
2- Sūrat al-Baqarah, 2:35.
3- Sūrat al-Dhāriyāt, 51:49.
4- Sūrat al-Nabaʾ, 78:8.
5- al-Nasāʾī, Abū ʿAbd al-Raḥmān Aḥmad bin Shuʿayb, al-Sunan, Kitāb al-Jihād, Bāb al-Rukhsah fī al-Takhaluf li-man lahu Wālida, ḥadīth no. 3106 (Ḥalab: Maktab al-Maṭbūʿāt al-Islāmiyyah, 2nd ed., 1986 AD).
6- al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, al-Jāmiʿ al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min Umūr Rasūl Allāh ,ﷺ Kitāb al-Adab, Bāb man Aḥaq al-Nās (Beirut: Dār al-Andalus, 2002 AD), ḥadīth no. 5971.
7- al-Bazzār, Aḥmad bin ʿAmr, al-Baḥr al-Zakhkhār (al-Madīnah al-Munawwarah: Maktabat al-ʿUlūm wa-l-Ḥikam, 2009 AD).
8- Ibn Manẓūr, Lisān al-ʿArab (Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH), 8/33.
9- Saʿdī Abū Jayb, al-Qāmūs al-Fiqhī: Lughatan wa-Iṣṭilāḥan (Dimashq: Dār al-Fikr, 1988 AD), p. 113.
10- Sprenkle, D. H., "Effectiveness Research in Marriage and Family Therapy," Journal of Marital and Family Therapy 28, no. 1 (2002): 29–36.
11- Ḥāfiẓ Muḥammad Zubair, Azduwājī Zindagī: Masāʾil wa-Ḥul (Lahore: Dār al-Fikr al-Islāmī, 2019 AD), p. 213.
12- Sirāj al-Dīn Nadwī, Bachon kī Tarbiyat Kaise Karein (Lahore: Dār al-Balāgh, 2009 AD), p. 141.
13- ʿAbd al-Sattār Ṣiddīqī, ʿIlm al-Ijtimāʿ (Lahore: Sang-e-Mīl Publications, 2004 AD), p. 112.
14- Gottman, John M., The Seven Principles for Making Marriage Work (1999), pp. 136–137.
15- Manẓūr Aḥmad, Akhlāqiyāt: Naẓrī wa-ʿAmalī Pehlu (Islāmābād: Muqtadirah Qawmī Zabān, 2003 AD), p. 112.
16- Muḥammad Ṭāhir al-Qādrī, Taʿlīmāt-i-Islām Series 11: Bachon kī Taʿlīm-o-Tarbiyat aur Wālidayn kā Kirdār (Lahore: Minhāj al-Qurʾān Publications, 2008 AD), pp. 245–247.
17- Sūrat al-Kahf, 18:46.
18- Sūrat al-Taghābun, 64:15.
19- Sūrat al-Naḥl, 16:80.
20- Abū Dāwūd, Sulaymān bin al-Ashʿath, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb Maḥṣūrāt al-Arāḍī wa-l-Imārah, Bāb Ḥuqūq al-Imām ʿalā al-Raʿiyyah (Karachi: Maktabat al-Shaykh, 1994 AD), ḥadīth no. 2829.
21- Sūrat al-Tawbah, 9:119.
22- Abū ʿAbd Allāh bin Salāmah bin Jaʿfar Shihāb al-Dīn al-Qāḍī, Musnad al-Shihāb (Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 2016 AD), ḥadīth no. 1296.

23- al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Akhlāq, Bāb al-Iḥtirāz ʿan al-Ghaḍab li-Qawl Allāh (Delhi: Markazī Jamʿīyat Ahl-i-Ḥadīth Hind, 2004 AD), ḥadīth no. 6114.
24- Sūrat al-Taḥrīm, 66:6.
25- Sūrat al-Rūm, 30:21.
26- Sūrat al-Nisāʾ, 4:19.
27- Sūrat al-Nisāʾ, 4:35.
28- Sūrat al-Nisāʾ, 4:35.
29- Sūrat al-Nisāʾ, 4:19.
30- Sūrat al-Naḥl, 16:90.
31- Sūrat al-Baqarah, 2:229.
32- Sūrat al-Baqarah, 2:231.
33- al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Nafaqāt, Bāb ʿAmal al-Rajul fī Baytihi (Delhi: Markazī Jamʿīyat Ahl-i-Ḥadīth Hind, 2004 AD), ḥadīth no. 5363.
34- al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad bin ʿĪsā, Jāmiʿ al-Tirmidhī, Kitāb al-Faḍāʾil wa-l-Manāqib, Bāb Faḍl Azwāj al-Nabī) ﷺ Lahore: Ḍiyāʾ Iḥsān Publishers, 2012 AD), ḥadīth no. 3895.
35- Sūrat al-Isrāʾ, 17:23.
36- Sūrat al-Taḥrīm, 66:6.
37- Sūrat al-ʿAṣr, 103:3.
38- Sūrat al-Ḥujurāt, 49:13.
39- Sūrat al-Furqān, 25:63.